حبیب الرحمٰن قاسمی

افادات مولانا سندھی

ولی اللّٰہی جماعت

نصب العین ۔ اصولِ کار ۔ خدمات ۔ واقعات

تشکیل جماعت میں شاہ عبدالرحیم کا اثر

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی علمی نشوونما اس اسلامی سوسائٹی میں ہوئی تھی جسے سلطان عالمگیرؒ نے اپنے عہد میں برپا کیا تھا۔ مزید برآں وہ اپنے نانا شیخ رفیع الدین بن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز شکربار جونپوری دہلوی کے خصوصی علوم و معارف سے بھی مستفید تھے جو انھیں بطور توارث کے حاصل ہوئے تھے۔[1]

---

[1] شاہ صاحب اپنے والد ماجد کے حوالے سے لکھتے ہیں: می فرمودند کہ شیخ رفیع الدین نے اپنے آخری ایام حیات میں ایک دن اپنا تمام اثاث بیت جمع کیا اور اپنے وارثوں میں تقسیم کردیا اور اولاد میں سے ہر ایک کو اس کے حسب حال دیا، جب سب سے چھوٹی اولاد (یعنی والدہ شاہ عبدالرحیم) کی باری آئی تو انھیں فوائد طریقت پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ اوراد اور مشائخ کرام کا شجرہ عنایت فرمایا، شیخ رفیع الدین کی رفیقۂ حیات نے عرض کیا، یہ بچی غیر شادی شدہ ہے اسے نکاح سے متعلق سامان دینا چاہئے نہ کہ یہ تصوف کے رسائل۔ فرمایا: یہ رسائل ہمیں اپنے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں، اس بچی کے بطن سے اس میراث معنوی کا مستحق ایک بچہ پیدا ہوگا میں نے یہ روحانی میراث اسی کے لئے دی ہے، رہے اسباب نکاح تو اللہ تعالیٰ اسے آسان کردیگا ہمیں اس کی فکر نہیں عرصۂ دراز کے بعد جب میں (شاہ عبدالرحیم) پیدا ہوا اور ہوشیار ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری نانی کے دل میں بات ڈالدی اور انھوں نے یہ رسائل مجھے دیدیئے (انفاس العارفین مجتبائی ۱۳۳۵ھ، ص ۴)

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ تعلیم وتدریس اور ارشاد وتلقین میں اپنا ایک خاص نظریہ واسلوب رکھتے تھے اور یہ امر اہل نظر علماء کے نزدیک محقق ہے کہ شاہ عبدالرحیمؒ کی وہ مردم ساز شخصیت ہے جس نے شاہ ولی اللہ کے قلب ودماغ میں اس تحقیق وتجدید کی تخم ریزی کی جس کے وہ بعد میں چل کر داعی بنے۔

دعوت ولی اللّٰہی کے اصول

شاہ ولی اللہ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بنیادی اصول جن پر دعوت ولی اللّٰہی کی عمارت قائم ہے چار ہیں (۱) تدبر فی القرآن[۱] جس کے اصول وضوابط انھوں نے اپنی مختصر مگر کثیر النفع تصنیف "الفوز الکبیر" میں بیان کردیئے ہیں جو درحقیقت شاہ عبدالرحیم کے فیض تعلیم و تربیت کے نتائج ہیں، خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنے والد ماجد کے تذکرہ "بوارق الولایۃ" میں لکھتے ہیں:" آپ کا وظیفہ تھا کہ نوافل تہجد...... اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز مغرب کے بعد والدین اور بڑے بھائی کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے بھی دو رکعت پڑھتے تھے، اگر کوئی معذوری نہ ہوتی تو ہمیشہ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے...... روزانہ تلاوت کے علاوہ دوستوں میں ترجمہ وتفسیر کے ساتھ بھی دو تین رکوع پڑھتے تھے[۲] الخ

اور اپنے خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں اور والد ماجد کی زیر نگرانی چند بار معانی شان نزول اور کتب تفسیر کی مراجعت سے قرآن حکیم میں تدبر حاصل کرنے کا موقعہ ملا اس طریقۂ تعلیم سے فہم قرآن کا باب عظیم مجھ پر کھل گیا۔[۳]

شاہ صاحب نے تدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنا لیا تھا اور اپنے اس طریقہ کو رواج دینے کی غرض سے "فتح الرحمٰن" کے نام سے اس وقت کی رائج زبان فارسی

---

(۱) تدبر فی القرآن کا طریقہ شاہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں بتایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدا میں ترجمہ وتفسیر کے بغیر قرآن پڑھے اگر نحو یا شان نزول کا کوئی مشکل مسئلہ آجائے تو ٹھہر کر اس پر غور وفکر کرے جب اس طرح قرآن کے مطالعہ سے فراغت ہوجائے پھر تفسیر جلالین پڑھے قرآن کے مطالعہ کا یہ طریقہ نہایت مفید ہے۔

(۲) انفاس العارفین، مجتبائی، ص ۸۶۔ (۳) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مشمولہ انفاس العارفین، ص ۲۰۳۔ مجتبائی ۱۳۳۵۔

میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور ضروری حواشی بھی تحریر کئے، بعد میں ان کے صاحبزادوں حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر فتح العزیز اور شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر نے اپنے اپنے تراجم قرآن کے ذریعہ اس کام کو آگے بڑھایا اور امت کے سامنے قرآن فہمی کی ایک وسیع شاہراہ کھولدی، آئندہ چل کر جس قدر بھی قرآن کے تراجم ہوتے سب کا اصل ماخذ شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر ہی کے تراجم ہیں۔

(۲) احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق میں سعی بلیغ اور حدیث و فقہ میں تطبیق کیساتھ عمل میں صریح حدیث کی ترجیح۔

اس اصل میں بھی شاہ صاحب اپنے والد ہی کے متبع ہیں، چنانچہ بوارق میں لکھتے ہیں مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق فقہ حنفی عمل می کرد الا بعض چیزہا کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذہب دیگر ترجیح می یافتند ازاں جملہ آں است کہ در اقتداء سورۂ فاتحہ می خواندند و در نماز جنازہ نیز" [۱]

واضح رہے کہ حضرت والد ماجد اکثر مسائل میں فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے تھے مگر بعض مسائل میں حدیث یا وجدان کی رو سے دوسرے مذہب کو ترجیح دیتے تھے، ان مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ وہ خلف الامام سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی اس کی قرأت کرتے تھے۔

اور خود اپنے رجحان کے بارے میں لکھتے ہیں: بعد از وفات ایشاں دوازدہ سال کم و بیش بدرس کتب دینیہ و عقلیہ مواظبت نمود و در ہر علمے خوض واقع شد........ و بعد ملاحظۂ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیثے کہ تمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد [۲]

والد ماجد کی وفات کے بعد کم و بیش بارہ سال تک علوم دینی و عقلی کی تدریس میں مشغول رہا، اور ہر فن میں غور و خوض کیا........ مذاہب اربعہ اور ان کے اصول کی کتابوں کے مطالعہ، نیز ان احادیث کے ملاحظہ کے بعد جن سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں بتائید نور غیبی:

---

[۱] بوارق مشمولہ انفاس العارفین مجتبائی ص ۰۰۔ [۲] الجزء اللطیف مشمولہ انفاس العارفین ص ۲۰۴ مجتبائی

فقہاء محدثین کے طریقہ پر چلنے کی بات دل میں بیٹھ گئی۔[1]

(۳) جمع بین العلم والتصوف، یعنی علم و عمل دونوں میں جامعیت پیدا کرنا۔ یہ طریقہ بھی شاہ صاحب نے اپنے والد محترم ہی سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ القول الجمیل میں لکھتے ہیں۔

فالعبد الضعیف ولی اللہ عفی عنہ...... صحب اباہ الشیخ الاجل عبد الرحیم رضی اللہ عنہ وارضاہ دھرا طویلا وتعلم منہ العلوم الظاہرۃ وتأدب بآداب الطریقۃ ورأی منہ الکرامات وسأل عن المشکلات وسمع منہ کثیرا من فوائد الطریقۃ والحقیقۃ۔ الخ

بندۂ ضعیف ولی اللہ اپنے والد بزرگ شیخ عبد الرحیم کی صحبت میں زمانۂ دراز تک رہا اور ان سے علوم ظاہری اور طریقت کے آداب سیکھے، ان کی کرامتیں دیکھیں مشکل مسائل کو حل کیا اور طریقت وحقیقت کے بہت سے فوائد سنے۔

حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہٗ نے ایک مکتوب میں اپنے اصول طریقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اصول پنجگانہ کہ ایں حقیر را عنایت فرمودہ اند درادائے آں صرف ہمت باید نمود دوام الذکر والتقویٰ علیٰ کل حال وایصال النفع للخلق من غیر تفرقۃ و عدم تفضیل نفسہ علی احد من خلق اللہ

---

[1] شاہ صاحب اپنی ایک دوسری کتاب "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حنفی مذہب کا ایک ایسا عمدہ طریقہ بتایا جو ان حدیثوں سے جن کو بخاری اور ان کے ساتھیوں نے جمع کیا اور ان کی جانچ پڑتال کی سب سے زیادہ قریب ہے اور وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد ان تینوں کے اقوال میں سے وہ قول قبول کیا جائے جو حدیث سے زیادہ قریب ہو اور ان کے بعد حنفی فقہاء میں سے ان کی بات تسلیم کی جائے جو فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی عالم ہوں، یہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور ان کے دونوں ساتھی خاموش رہے ہوں اور حدیث نے اس کی صراحت کر دی ہو تو اس حالت میں ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو قبول کر لیا جائے اور یہ طریقہ بھی مذہب حنفی میں شامل ہے " ص ۴۸

اسی کتاب کے ص ۶۲ پر فرماتے ہیں :"پھر مجھ پر ایک اور فیضان ہوا، مجھے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ تمہارے ذریعہ امت مرحومہ کے شیرازہ کو جمع کرے اس لئے تمہیں چاہئے کہ فروعات میں اپنی قوم کی کبھی مخالفت نہ کرو، اگر تم اس طرح مخالفت کروگے تو گویا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو جاؤگے"

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ ص ۱۰۳/۱۰۴)

والتواضع لامراللہ و بخلق اللہ۔ والسلام۔

یا پانچوں اصول جو بندہ کو عنایت ہوتے ہیں ان کی ادائیگی میں پوری کوشش صرف کیجئے۔
(الف) دوام ذکر (ب) دوام تقویٰ (ج) بغیر کسی فرق و امتیاز کے خلق خدا کو نفع پہونچانا (د) اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق سے اپنے آپ کو بہتر نہ سمجھنا (ہ) اللہ کے احکام اور اس کی مخلوق کے ساتھ تواضع و انکساری کا معاملہ کرنا۔

(۴) جمع بین علوم الشریعہ و بین الحکمۃ العملیۃ۔ یعنی احکام شریعت اور آداب معاشرت (خواہ اس کا تعلق تہذیب اخلاق سے ہو یا تدبیر منزل سے یا شہری و ملکی سیاست سے ہو) کے درمیان جمع و تطبیق اور دونوں کے مقتضیٰ پر عمل کرنا۔ بوارق الولایۃ میں لکھتے ہیں "حضرت ایشاں ایں فقیر را در مجلس صحبت حکمت عملی و آداب معاملہ بسیاری آموختند"۔ حضرت والد ماجد اس فقیر کو اپنی مجلس اور صحبت میں حکمت عملی اور آداب معاملہ کی تعلیم بہت دیتے تھے (ان کی کچھ مثالیں جو ان کے حافظہ میں رہ گئی تھیں شاہ صاحب نے بوارق میں تحریر کی ہیں جو انتہائی کارآمد اور مفید ہیں انشاء اللہ کسی موقعہ پر ان کا ترجمہ پیش کیا جائے گا۔)

اور اپنے خود نوشت تذکرہ الجزء اللطیف میں لکھتے ہیں "حکمت عملی کہ صلاح ایں دورہ در آں است بوسعتے تمام افادہ نمودند و توفیق و تشیید آں بکتاب و سنت و آثار صحابہ دادند" حکمت عملی جس سے اس عہد کی اصلاح وابستہ ہے پورے طور پر مجھے عطا کی گئی اور کتاب و سنت اور آثار صحابہ سے اس کو مستحکم کرنے کی توفیق مرحمت ہوئی[1]

---

[1] یہی اصول چہارگانہ وہ بنیادی ستون ہیں جن پر امام ولی اللہ کی احیاء ملت اور بالفاظ دیگر دینی سیاسی تحریک کی عمارت قائم ہے۔ حضرت شاہ صاحب حرمین شریفین سے فک کل نظام یعنی ہمہ گیر تبدیلی اور مکمل انقلاب کا داعیہ لیکر ہندوستان لوٹے تھے، ظاہر ہے اس وقت کا شاہی نظام اور اس کے ہواخواہ اپنی تمام تر کمزوریوں اور زبوں حالیوں کے باوجود شاہ صاحب کے نعرۂ انقلاب کو برداشت نہیں کرسکتا تھا اسلئے انھوں نے اپنے انقلابی نظریہ کو کبھی ترجمۂ قرآن کے رنگ میں پیش کیا کبھی تصوف اور اسلامی فلسفہ کے دامن میں چھپایا کہیں نصیحت و موعظت کے پیرایہ میں ادا کیا اور کہیں اس کو تاریخ اسلام اور اسوۂ صحابہ کے لباس میں پیش کیا۔ فتح الرحمٰن، حجۃ اللہ البالغہ، البدور البازغہ، فیوض الحرمین، تفہیمات الٰہیہ اور ازالۃ الخفاء کا مطالعہ اس حقیقت کو بالکل منکشف کردیگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعتِ ولی اللّٰہی کی تشکیل و تاسیس میں حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کی تعلیم و تربیت اور ارشاد و تلقین کو نشانِ منزل کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم ایک بلند پایہ عالم دین، بالغ نظر فقیہ اور روشن ضمیر صوفی تھے، ان کی عقابی نگاہوں کے سامنے مستقبل، حال کی طرح نمایاں تھا، جس کی اصلاح و درستگی کے لئے انھوں نے ایک خاکہ مرتب کرلیا تھا جس میں رنگ بھرنے کے لئے انھوں نے اپنے ہونہار اور لائق ترین فرزند کو تیار کرنے کی کامیاب کوشش کی، مدرسہ رحیمیہ کے قیام اور اس کے نظام تعلیم و تربیت کی تاریخ پر جن حضرات کی نظر ہے وہ اس حقیقت کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے بغیر کسی تردد کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ "جماعت ولی اللّٰہی کی تاسیس کا خاکہ بارہویں صدی کی ابتداء ہی میں مرتب ہوگیا تھا۔

تحقیق و تجدید کا آغاز

اللہ تعالیٰ نے امام ولی اللہ کو جادۂ قویمہ[۱] کی تعیین کی توفیق بخشی اور مذہب حنفی کی تجدید و اصلاح کی قوت عطا فرمائی، چنانچہ انھوں نے فتاویٰ عالمگیری میں مرتب فتاویٰ کی احادیث موطا سے تطبیق کا کام شروع کیا، اسی سلسلہ میں مسوّیٰ شرح موطا کی تالیف عمل میں آئی بعد میں اس فن کی تکمیل و ترویج سراج الہند مجدد مائۃ ثالثہ عشر (تیرہویں صدی ہجری) امام عبدالعزیز کے ہاتھوں ہوئی جو امام ولی اللہ کے خلف اکبر اور ارشد تلامذہ میں سے تھے، پھر عام اہل ہند اسی فقہ مہذب کی جانب متوجہ ہوگئے۔

جماعت سازی میں شاہ عبدالعزیز کا کردار

تحریک ولی اللّٰہی میں سراج الہند شاہ عبدالعزیز کی وہی حیثیت ہے جو حنفی مسلک میں امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی ہے، امام عبدالعزیز کا یہی ایک

---

[۱] جادۂ قویمہ کی تحقیق و تنقیح کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنی تصانیف مثلاً التفہیمات الالٰہیہ، المسوّیٰ شرح مؤطا، ازالۃ الخفاء وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نص قرآنی، احادیث صحیحہ مشہورہ اجماع اور قیاس جلی سے اخذ کردہ احکام پر عمل کرنے کا نام شاہ صاحب کی اصطلاح میں جادہ قویمہ ہے بعد میں حضرت شاہ صاحب کے منتسبین میں یہ اصطلاح طریقۂ محمدیہ کے نام سے مشہور ہوگئی تھی تفصیل کیلئے مواقف المسترشدین مشمولہ التمہید لتعریف ائمۃ التجدید ص ۳۷۳ تا ۳۷۸ دیکھئے۔

کارنامہ نہیں ہے کہ ولی اللّٰہی تحریک جو اعلیٰ طبقہ تک محدود تھی اسے سہل الحصول بنا کر مقبول خاص و عام بنا دیا بلکہ اسی کے ساتھ نوجوان علماء کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جس نے تحریک کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں تاریخ ساز خدمات انجام دی ہیں، جن میں مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی، مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی، مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی، مولانا سید احمد شہید بریلوی اور مولانا محمد یعقوب دہلوی بطور خاص قابل ذکر ہیں، اس موقع پر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہ صرف ایک علمی جماعت ہی نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی پارٹی بھی تھی، اس لئے کہ ملکی حالات کے مطابق حکمت عملی میں غور و فکر اور منصوبہ بندی بھی ان کے علم و فقہ کا ایک جزء تھی، یہی وہ جماعت ہے جسے ہم "حزب ولی اللّٰہی" یا "ولی اللّٰہی جماعت" کا نام دیتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ

ایرانی و تورانی (شیعہ و سنی) امراء کے حصول اقتدار میں بیجا مسابقت اور باہمی نزاع کی بناء پر سلطان شاہ عالم اوّل کے عہد میں دارالسلطنت دہلی میں جس فتنہ و فساد کا آغاز ہوا تھا وہ سلطان عالمگیر ثانی کے دور تک برابر بڑھتا رہا جس کے نتیجہ میں حکومت دہلی کمزور سے کمزور تر اور مرہٹوں و انگریزوں کی طاقت بڑھتی گئی تا آنکہ ۱۲۱۸ھ میں وہ دن بھی آگیا کہ "سلطان شاہ عالم ثانی" کی نصرت و مدد کے بہانے انگریز تاجر دہلی پر قابض ہو گئے، اس جدید صورت حال کے پیش نظر حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے فتویٰ جاری فرمایا کہ "اب ہندوستان دارالحرب ہو گیا"، جس کی مسلمانوں کے اس طبقہ نے جو ولی اللّٰہی جماعت کے سیاسی نظریات کو پسند نہیں کرتا تھا مخالفت کی، حالانکہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے فتویٰ کا حاصل صرف یہ تھا کہ امرائے اسلام دشمن کے مقابلہ سے عاجز ہو چکے ہیں اس لئے اب عامۃ المسلمین پر دشمن کی مدافعت لازم ہو گئی ہے، لیکن اس مفہوم کو وہی لوگ سمجھ سکتے تھے جو حکمت عملی کے ماہر اور فلسفۂ سیاست کے عارف ہوں

جماعت کی سرگرمیاں

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رہ کے فتویٰ کے بعد ولی اللّٰہی جماعت نے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے متعین کردہ

اصول وضوابط کی روشنی میں اپنی ملی وسیاسی سرگرمیوں کو تیز کردیا بالخصوص حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے درس وارشاد اور وعظوں کے ذریعہ اس کے حلقۂ اثر کو بہت وسیع بنادیا، اور اس میں عمومیت کی شان پیدا کردی، حتی کہ یہ ملی تنظیم حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی وفات کے قریب اقدام کے قابل ہوگئی، اور انھیں کے مقرر کردہ خطوط کے مطابق حضرت سید احمد شہید خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور حضرت مولانا عبدالحی بڑھانوی کے زیر قیادت دہلی سے کوچ کرکے علاقہ سرحد کو اپنی سرگرمیوں کی جولانگاہ بنایا، اور اپنے دعاۃ سندھ، قندھار وکابل وغیرہ میں پھیلا دیئے۔

عارضی حکومت کا قیام

مجاہدین کی اس جماعت نے ۱۴ رجمادی الثانی ۱۲۴۲ھ میں اپنی ایک موقتہ حکومت (عارضی حکومت بھی) قائم کرلی تھی، جس میں حضرت سید احمد شہید امیر اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید ومولانا عبدالحی بڑھانوی برابر درجے کے وزیر تھے، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی امیر کے نائب کی حیثیت سے دہلی مرکز میں مقیم رہے، اور یہیں سے حکومت موقتہ (عارضی حکومت) کی مالی وجانی امداد کرتے رہے، یہ حکومت چار سال تک قائم رہی، اس مدت میں اس نے بلاد افاغنہ اور سارے ہندوستان میں شریعت اسلامی کے نفاذ اور جادۂ قویمہ کی ترویج میں انتہائی کوشش کی اور مقابل سے جنگ میں فتح وہزیمت سے دوچار ہوتے ہوئے آگے ہی بڑھتی رہی، یہاں تک کہ پشاور کے اکثر حصے اس کے زیر تصرف آگئے، اسی دوران یعنی قیام حکومت کے دوسرے سال حکومت کے وزیر اور اہم ترین رکن مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی وفات پاگئے اور پنجتار کے متصل قریہ "خار" میں مدفون ہوئے، بعد میں مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی کی خالی جگہ کو مولانا محمد حسنؒ رامپوری (رام پور منیہاران ضلع مظفر نگر یو.پی) کے ذریعہ پُر کیا گیا۔

انگریزوں کی دسیسہ کاری اور حکومت موقتہ کا سقوط

حکومت موقتہ (عارضی حکومت) کے بڑھتے

ؒ مولانا محمد حسن رحمہ اللہ رام پور منیہاران ضلع مظفر نگر کے تھے، مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مفتی الٰہی بخش کاندھلوی سے علم کی تکمیل کی۔ دوران جہاد انتہائی سادگی سے زندگی گذاری، حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے بعد لشکر مجاہدین میں عجز، حلم، خاکساری اور قابلیت کے لحاظ سے مولانا محمد حسن جیسا کوئی نہ تھا۔ (جماعت مجاہدین ۲۷۹ غلام رسول مہر)

ہوئے قدم اور روز افزوں ترقیوں سے انگریز تاجروں کو تشویش ہوئی، راستے کی اس رکاوٹ کو دور کرنے کے واسطے انھوں نے اپنا قومی حربہ اختیار کیا یعنی افاغنہ اور مجاہدین میں اختلاف پیدا کرادیا، انگریزوں نے یہ کام خود مسلمانوں ہی کی اس جماعت سے لیا جو سیاسی نظریہ میں ولی اللّٰہی جماعت کے مخالف تھی ان لوگوں نے دین کے نام پر ملت میں افتراق وانتشار پیدا کردیا جس کے نتیجہ میں مجاہدین کی قوت کمزور ہوگئی بالخصوص جمادی الثانی ۱۲۴۶ھ میں اسی سازش کے تحت جب افغانیوں نے شہر و قصبات میں مقرر حکومت مؤقتہ (عارضی حکومت) کے قاضیوں اور داعیوں کو ایک ہی رات میں دھوکے سے قتل کرڈالا[۱]، اس انتہائی غمناک حادثہ کے چار ماہ بعد بالاکوٹ کے میدان میں امیرالمجاہدین حضرت سید احمد بریلوی وزیر اعظم مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی اور دیگر اساطین جماعت کی شہادت نے سارا قصہ ہی ختم کردیا

مولانا سید نصیرالدین دہلوی کی امارت

اس حادثۂ عظمیٰ کے بعد بچے کھچے مجاہدین نے منتشر رفقاء کو اکٹھا کرکے اپنی ایک جمعیت قائم کرلی مگر اس جمعیت کا باقاعدہ کوئی امیر نہیں تھا اس لئے حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ کے حکم سے مولانا سید نصیرالدین[۲] دہلوی مجاہدین کی ایک بڑی جماعت اپنے ہمراہ لے کر ۱۲۵۰ھ میں دہلی سے روانہ ہوئے اور سندھ میں کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد ستھانہ پہنچ گئے جو اس وقت حضرت سید احمد شہیدؒ کے رفقاء کا مرکز تھا، مولانا سید نصیرالدین کے یہاں پہونچنے پر مجاہدین نے انھیں اپنا امیر منتخب کرلیا اور ان کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔

(جاری ہے)

---

[۱] حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی لکھتے ہیں: "یہ حقیقت ہے کہ انگریزی ڈپلومیسی نے وہابیت کا الزام تراش کر وہ نقصان پہونچایا کہ نہ سکھوں کی ٹڈی دل وہ نقصان پہنچا سکی اور نہ یار محمد خاں وغیرہ پٹھانوں کی مسلح طاقت یہ کام کرسکی جو اس پروپیگنڈے نے کیا کہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سید صاحب کے غازیوں کے بڑے حصہ کو ایک ہی رات میں ذبح کرادیا (شاندار ماضی ج ۲ ص ۲۱۵)

[۲] مولانا سید نصیرالدین بن نجم الدین الحسینی السونی پتی الدہلوی۔ حضرت شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نواسہ اور حضرت شاہ محمد اسحاق کے تلمیذ خاص اور داماد تھے نیز سلسلۂ نقشبندی کے مشہور شیخ مولانا شاہ محمد آفاق کے خلیفہ تھے، ۱۲۵۶ھ میں ستھانہ میں آپ کی وفات ہوئی، سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کو مولانا سید نصیرالدین سے شرف تلمذ واستفادہ حاصل تھا، تفصیل کیلئے